پاکستان میں عیسائیت کی رفتارِ ترقی

از جناب سید محمد جمیل صاحب

(۲)

سرکاری مردم شماری کی رپورٹوں سے فراہم کیے ہوئے اعداد و شمار جو اس سے قبل دیئے جا چکے ہیں، اُن سے یہ امر پوری طرح واضح اور ثابت ہو جاتا ہے کہ ہماری ڈیڑھ سو سالہ سیاسی غلامی کے پورے دَور میں عیسائی مبلغین کی انتہائی کوششوں کے باوجود اسلام سے نکل کر عیسائیت قبول کرنے والوں کی تعداد بمنزلہ صفر رہی حتیٰ کہ جن خطوں میں مسلمانوں کی اکثریت تھی وہاں کے غیر مسلم باشندوں کو بھی عیسائی بنانا کوئی آسان کام نہ تھا اور اس کے برعکس ۱۷۵۱ء سے لے کر ۱۹۴۱ء تک انگریزی اقتدار کے پورے دَور میں متحدہ ہندوستان کے غیر مسلم بکثرت دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ ۱۹۲۰ء کے بعد سے اگرچہ اسلام قبول کرنے والوں کی رفتار میں نسبتاً کمی واقع ہو گئی تاہم مجموعی تعداد و حیثیت کے اعتبار سے بھی اور دوسرے مذاہب کی تبلیغ کے مقابلہ میں نسبتہً بھی ان کا فی صد اوسط ہر دس سال میں زیادہ ہی نکلتا رہا۔

آگے چل کر جو اعداد و شمار دیئے جا رہے ہیں۔ ان سے مندرجۂ ذیل امور کی وضاحت مقصود ہے:

(۱) ۱۸۸۱ء تا ۱۹۴۱ء ہندوستان کی مجموعی آبادی میں مختلف مذاہب کا فی صد تناسب

(ب) ہندوستان کی پوری آبادی میں عیسائیوں کا تناسب، نیز اُن علاقوں اور صوبوں میں عیسائیت کا تناسب جو پاکستان میں شامل کیے گئے۔

(ج) سابق پنجاب میں عیسائیت کی رفتارِ ترقی جو پورے شمالی ہندوستان میں اول نمبر پر تھی

(د) تقسیم سے لے کر اب تک پاکستان میں عیسائیت کی ترقی کی رفتار

غیر منقسم پنجاب کی مردم شماری ظاہر کرتی ہے کہ ۱۸۸۱ء تک پورے پنجاب میں صرف تین

ہزار تین سو اکیاون عیسائی تھے۔ اس کے بعد نسبتاً اضافے کی تعداد خاصی تیز رہی ہے۔ اگرچہ مجموعی گنتی اور تناسب کے لحاظ سے عیسائی کچھ زیادہ مقدار میں نہ تھے اور اب تک بھی یہی صورتِ حال ہے لیکن ان میں سیاسی فتنہ انگیزی کی استعداد اپنی مقدار کے بالمقابل زیادہ ہے اور اس وقت بھی اگرچہ وہ ملکی آبادی میں ایک فی صد سے زائد نہیں ہیں لیکن ملک کے معاملات میں ایک "طاقتور مقام" کے حصول کا مطالبہ انہوں نے ابھی سے شروع کر دیا ہے جس کی کچھ تفصیل نیچے بیان کی جا رہی ہے۔

ملکہ وکٹوریا کی طرف سے "مذہبی غیر جانبداری" کے رسمی اعلان کے باوجود انگریزی حکومت عیسائیت کی پشت پناہی کرتی رہی۔ اس حمایت اور ہر طرح کے جائز و ناجائز حربوں کے استعمال کا نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائیوں کی تعداد ۳۲۳۱ سے بڑھتے بڑھتے ۱۸۹۱ء میں اٹھارہ ہزار چھ سو چھبیس تک پہنچ گئی۔ ۱۹۰۱ء میں یہ تعداد چھتیس ہزار آٹھ سو چھپن تھی اور ۱۹۲۱ء میں یہ تین لاکھ آٹھ ہزار چار سو اٹھانوے یعنی ۱۹۰۱ء کے مقابلے میں تقریباً دس گنی تعداد تک جا پہنچی۔ اس کے بعد اس کی رفتار میں کچھ کمی آگئی ۱۹۳۱ء میں یہ تعداد تین لاکھ پچانوے ہزار چھ سو بیس تھی۔ ۱۹۴۱ء میں متحدہ پنجاب میں ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد چار لاکھ چھیاسی ہزار اڑتیس تھی۔

اس سلسلے میں یہ امر خاص طور پر قابلِ ذکر اور قابلِ توجہ ہے کہ عیسائیوں کی تعداد میں اضافہ تمام تر یا زیادہ تر انہی ڈویژنوں اور اضلاع میں ہوا ہے جہاں نہروں کی وجہ سے نئی آبادکاری ہوئی ہے اور جہاں حکام نے مشنری سوسائٹیوں کے مشورے سے زمینیں تقسیم کی ہیں۔ ایک طرف نہروں کے کھلنے اور دوسری طرف ۱۸۵۸ء کے "اعلان غیر جانبداری" کے علی الرغم زمین کے الاٹ کیے جانے میں مشنریوں کے عمل دخل کا نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائیوں کی آبادی میں ایک ہزار فی صد کا زبردست اضافہ ہو گیا اور بیس سال کے اندر اندر ان کی تعداد چھتیس ہزار آٹھ سو چھپن سے بڑھ کر تین لاکھ چھ ہزار چار سو اٹھانوے تک پہنچ گئی۔ لیکن اس کے متصلاً بعد کے بیست سالہ دور میں مشنریوں کے پورا زور لگانے کے باوجود پھر عیسائیت کے اضافے کی رفتار سابقہ چالیس سالوں کے بالمقابل گھٹ کر ½ رہ گئی۔ اس کے بعد ناجائز اور غیر قانونی ہتھکنڈوں کا پھر سے دور شروع ہو گیا اور برطانوی حکومت کے ذمہ داروں نے کھلم کھلا بیان

کیا کہ "ہر نیا عیسائی دراصل ایک بندھن ہے جو ہمارے اور ہمارے محکومین کے درمیان وجود میں آتا ہے اور جس سے ہماری امپائر کو تقویت حاصل ہوتی رہتی ہے"۔

ان پڑھ، خانہ بدوش اور معاشی لحاظ سے پس ماندہ لوگوں کو سرکاری اراضی اور اس قسم کے دوسرے ناجائز لالچ اور رشوتیں دے دے کر عیسائی بنانے کا انجام یہ ہوا کہ ۱۸۸۱ء میں جو عیسائی فقط تین ہزار تین سو اکیاون تھے ان کی گنتی ۱۹۴۱ء میں ایک سو پچاس گنا بڑھ کر چار لاکھ چھیاسی ہزار اڑتیس تک جا پہنچی اور پورے صوبہ پنجاب میں عیسائیوں کی تعداد مجموعی آبادی کا دو فی صد ہو گئی لیکن جن اضلاع میں آبپاشی زمین کے امتیازی عطیات اور غلط بخشیوں کے مواقع ناپید تھے ان میں عیسائی گنتی کے لحاظ سے ناقابلِ ذکر تھے اور ان اضلاع میں عیسائیوں کی ساری تعداد ملا کر بھی نہری اضلاع کے عیسائیوں کے دسویں حصے سے زیادہ نہ تھی۔ یہ ثمرات تو اُن ناجائز اور نازیبا حربوں کے ہیں جو قلیل المیعاد منصوبوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ رہے طویل المیعاد منصوبے اور حربے، جن کے ذریعے سے مسلمانوں کے اندر "انحراف عن الاسلام" کے تدریجی عمل کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا گیا، اُن کی تفصیل آگے آتی ہے۔

زر اور زمین کے عوض لوگوں کے ایمان خریدنے کے باوجود ۱۹۴۱ء تک عیسائیوں کی تعداد پانچ لاکھ سے بھی کم تھی، جن میں سے تقریباً گیارہ فی صد رومن کیتھولک تھے اور بقیہ قریب قریب سارے پروٹسٹنٹ تھے۔ ۱۹۳۱ء میں غیر منقسم پنجاب کے عیسائیوں کی آبادی تین لاکھ پچانوے ہزار چھ سو بیس تھی جن میں سے پینتالیس ہزار سات سو پچانوے رومن کیتھولک تھے۔ اسی سال غیر منقسم بنگال کے ایک لاکھ تراسی ہزار اٹھتر عیسائیوں میں سے (جن میں اینگلو انڈین اور یورپین بھی شامل ہیں) رومن کیتھولک عیسائیوں کی تعداد ستر ہزار پانسو اٹھتر، یا دوسرے لفظوں میں کل بنگالی عیسائیوں کی ۱/۲ تھی۔ ۱۹۴۱ء میں متحدہ بنگال کے دیسی عیسائیوں کی تعداد صرف ایک لاکھ گیارہ ہزار چار سو چھبیس تھی جن میں سے ۴۵ فی صد یعنی پچاس ہزار سے بھی کم موجودہ مشرقی پاکستان کے اضلاع میں آباد تھے۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو ۱۹۴۱ء میں مشرقی بنگال کے رومن کیتھولک عیسائیوں کی تعداد نیدرہ ہزار

یا حد سے حد بیس ہزار سے زائد نہیں ہو سکتی تھی۔ اور اس وقت بحیثیت مجموعی ان تمام علاقوں میں جو بعد میں پاکستان بنے، رومن کیتھولک اسی ہزار سے زیادہ نہیں ہو سکتے تھے۔ یہ تعداد محض اندازاً اس لیے بیان کی جا رہی ہے کہ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری میں مختلف مسیحی فرقوں کی تعداد الگ الگ نہیں دکھائی گئی ہے۔ اس زمانے کے ہر دس سالہ دور میں اگر عیسائیوں کی تعداد کے ارتقاء کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تدریجی اضافہ بہت معمولی سا ہوا ہے جو آبادی کی عام رفتار اضافہ سے کچھ زیادہ متجاوز نہیں ہے۔

لیکن ۱۹۵۸ء میں نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ عیسائیوں کے اپنے بیان کے مطابق ان کی پاکستان میں موجودہ تعداد تقریباً تین لاکھ ہے اور ان کا دعویٰ یہ ہے کہ انہیں مسلمانوں کے اندر مسیحیت کو پھیلانے میں جو کامیابی پاکستان میں نصیب ہوئی ہے وہ دنیا میں کہیں نہیں ہوتی۔

۱۹۵۱ء میں ۱۹۴۱ء کی بہ نسبت ان کی گنتی میں بحیثیت مجموعی اور باعتبار اوسط تیس فی صد کا اضافہ ہوا ہے جس میں سے مشرقی پاکستان کا اضافہ سینتالیس فی صد ہے اور مغربی پاکستان کا پندرہ فی صد۔ یہ زیادتی ۱۹۳۱-۱۹۴۱ء کے دس سالہ دور کے مقابلے میں بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ ۱۹۴۱ء اور ۱۹۵۱ء کے مابین ضلع لاہور میں بڑھوتری پچاس فی صد سے بھی زیادہ ہے۔ اسی دوران میں کراچی کا اضافہ صد فی صد ہے۔ لیکن ۱۹۵۱ء سے لے کر ۱۹۵۶ء تک جو ترقی مسیحیت کو نصیب ہوئی ہے وہ تو بڑی مہتم بالشان ہے۔ صرف رومن کیتھولک فرقے نے اس مدت میں اپنے پرچار سے اپنی آبادی میں جو اضافہ کیا ہے وہ ۱۹۴۱ء کی آبادی کے مقابلہ میں تین سو فی صد ہے۔

نیشنل کیتھولک المنیک کے بین الاقوامی اندراجات کے مطابق ۱۹۵۷ء میں پاکستان کے رومن کیتھولک عیسائیوں کی تعداد دو لاکھ اہتر ہزار تین سو بائیس تھی، اور ۱۹۵۸ء میں کینیڈا کا رسالہ پراسپکٹر ان کی تعداد دو لاکھ اٹھاسی ہزار دو سو ترسٹھ بتاتا ہے۔ یہ نمایاں اضافہ بہر حال ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے بعد وقوع پذیر ہوا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم سے دو ماہ قبل ہندو یہاں کے بیشتر اچھوتوں کو اپنے ساتھ لے کر پاکستان سے ہندوستان منتقل ہو گئے۔ اس موقع کو جبکہ پاکستان کے

مسلمان مسئلۂ مہاجرین اور اس طرح کے دیگر پریشان کن مسائل سے دوچار تھے، ہند و پاکستان کے مشنریوں نے نہایت غنیمت شمار کیا اور انہوں نے باہمدگر رابطہ قائم کر کے اپنی سرگرمیاں وسیع پیمانے پر شروع کر دیں۔ اس مرحلے پر امریکہ، برطانیہ، کینیڈا اور دوسرے مغربی ممالک کے مسیحی جرائد نے یہ اعلان کیا کہ ہندوستان اور پاکستان میں عیسائیت کی تبلیغ کا یہ بہترین وقت ہے۔ ہارٹ فورڈ (امریکہ) کے مشہور عیسائی رسالے "مسلم ورلڈ" کے جنوری ۱۹۵۸ء کے نمبر میں پوری صفائی اور تعیین کے ساتھ یہ لکھا گیا کہ

> "ایک حقیقت بالکل واضح اور نمایاں ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کا امن و سکون اس طرح غارت ہو چکا ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ آج عیسائیوں کی طرف سے دوستی کے اظہار کو مسلم افراد پہلے کی بہ نسبت زیادہ خوشی سے قبول کر رہے ہیں۔ ان کی آنکھوں کے سامنے سے پردے ہٹ چکے ہیں، وہ افراتفری کا شکار ہیں اور اپنی ضرورت و احتیاج کو پہچاننے لگے ہیں۔ مسیحی اعانت، مواسات اور ہدایت کے لیے اس سے عظیم تر موقعہ پہلے کبھی میسر نہیں آیا تھا۔ لاہور میں مغربی پاکستان کے لیے کرسچین ریلیف کمیٹی قائم ہو چکی ہے۔ حکومت پاکستان امدادی مہم کے دوران چرچ ورلڈ سروس کا ہر ممکن طریقہ سے ہاتھ بٹا رہی ہے۔ ہمارے نمائندے پاکستان سے برابر یہ اطلاعات دیتے رہتے ہیں کہ سرکاری حکام کی طرف سے ان کو دل کھول کر تعاون اور سہولتیں حاصل ہو رہی ہیں۔"

یہ حالات تھے جن میں مشنری سرگرمیاں بے حد وسعت اختیار کر گئیں۔ اس وقت پاکستان کے دونوں بازوؤں میں مسیحیت کی تبلیغ کے چالیس ادارے موجود ہیں جن کی پشت پر امریکہ، برطانیہ، فرانس، اٹلی، سویڈن اور یورپ کے دوسرے ممالک ہیں۔ ان کے ساتھ بے شمار تعلیمی مراکز اور دوسرے تبلیغی ادارے وابستہ ہیں جن کا جال ملک بھر کے طول و عرض میں بچھا ہوا ہے۔ ان کی جانب سے بیسیوں رسائل ایسے شائع ہوتے ہیں جن میں اسلام پر حملے کیے گئے ہیں، اس کی تعلیمات کو ہدفِ اعتراض بنایا گیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو مطعون کیا گیا ہے

اور قرآن مجید کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلائے گئے ہیں۔ ایسے رسائل ہزارہا کی تعداد میں چھاپ کے نہایت وسیع پیمانے پر تقسیم کیے گئے ہیں۔

پاکستان میں عیسائیت کی تبلیغ کا یہ طوفان اٹھتا رہا، اور مسلمان عوام اپنی جگہ یہ سمجھتے رہے کہ حکومت، جو ان کی اپنی حکومت ہے، ان معاملات میں ضرور چوکس ہوگی اور ان حالات کا بروقت اور مناسب نوٹس لے گی۔ لیکن اس پوری مدت میں نہ تو حکومت نے کوئی روک تھام کی اور نہ مسلم پبلک نے حکومت پر بے جا اعتماد کرتے ہوئے کوئی قدم اٹھایا۔ اس کے برعکس ملک کی انتظامی مشنری کے بعض غدار عناصر نے اس بارے میں صریح مداہنت کا رویہ اختیار کیا اور فیاضانہ چشم پوشی بلکہ در پردہ حوصلہ افزائی کے زیر سایہ مسیحیت کو پر پرزے نکالنے کے خوب خوب مواقع میسر آگئے جن سے اس نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ دو طرفہ اطمینان حاصل کرنے کے بعد مسیحی مشن نے کامل عیاری اور چالبازی سے کام لیا اور مطلب براری کے لیے جائز و ناجائز ذرائع میں کوئی تمیز روا نہ رکھی۔ اس کے مختلف عناصر مجتمع ہو کر ہر طرح کے گٹھ جوڑ پر اتر آئے اور مجرمانہ طریق کار کے ساتھ خاصی کامیابی حاصل کی۔

مختلف مشنری تنظیمات نے گزشتہ دس سال میں تقریباً دو ارب روپیہ ہندوستان و پاکستان میں اپنی تبلیغ و اشاعت پر صرف کیا ہے (ہندوستان میں اس مقصد کی خاطر جو سرمایہ کھپایا گیا ہے وہ ایک ارب پچیس کروڑ ہے، پاکستان سے متعلق صحیح صحیح اعداد و شمار فراہم نہیں ہو سکے، تاہم دونوں ملکوں میں جو روپیہ عیسائیت کی تبلیغ پر لگایا گیا ہے وہ دو ارب سے کم نہیں ہوگا)۔ اتنی عظیم الشان دولت جو پانی کی طرح بہائی گئی ہے اس کی تہ میں کوئی بے غرضانہ جذبۂ محبت کام نہیں کر رہا تھا۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ گزشتہ دس سالوں میں اس سے قبل کے دہ سالہ ادوار کے مقابلے میں عیسائیوں کی تعداد میں دس گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ ڈیڑھ سو سال کی تبلیغی جدوجہد کے باوجود ۱۹۴۷ء میں ضلع کراچی کے عیسائیوں کی تعداد بمشکل گیارہ ہزار تھی جو ۱۹۵۱ء میں بڑھ کر اکیس ہزار ہو گئی۔ ۱۹۶۰ء کے بارے میں سرکاری اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں لیکن ایک

غیر سرکاری اندازے کے مطابق اب یہ تعداد چالیس ہزار تک جا پہنچی ہے اور مسیحی آبادیوں میں گھوم پھر کر جو اندازہ ذاتی طور پر لگایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کی اکثریت اسلام سے نکل کر عیسائیت میں داخل ہوئی ہے۔ ضلع میمن سنگھ میں دو صد سالہ کوششوں کے باوجود عیسائی ۱۹۴۱ء تک فقط دو ہزار تین سو بائیس تھے۔ ۱۹۵۱ء میں ان کی تعداد بڑھ کر بتیس ہزار آٹھ سو چونسٹھ تک جا پہنچی۔ چٹاگانگ کے پہاڑی علاقوں میں عیسائی ۱۹۴۱ء میں صرف ساٹھ تھے اور ۱۹۵۱ء میں وہ تین ہزار سات سو پینتالیس ہو گئے۔ اس طرح ضلع چاٹگام میں عیسائی ۱۹۴۱ء میں تین سو پچانوے تھے لیکن ۱۹۵۱ء میں وہ ایک ہزار نو سو گیارہ ہو گئے۔

بہاولپور اور خیرپور کی ریاستوں میں پہلے عیسائیت کی تبلیغ قانوناً ممنوع تھی۔ مغربی پاکستان میں مدغم ہو جانے کے بعد دونوں ریاستوں سے یہ پابندی ہٹائی گئی۔ اب وہاں مسیحیت کے پرستاروں کی تعداد پندرہ ہزار ہے اور بڑے بڑے چرچ اور تبلیغی مراکز وجود میں آچکے ہیں جن کا پہلے نام و نشان نہ تھا۔ لائل پور کے ضلع میں ایک نیا "یروشلم" تعمیر کیا گیا ہے۔ بعض نہایت زرخیز افتادہ زمینوں میں اشاعتی ادارے کھولے گئے ہیں اور روپے کے عوض لوگوں کے ضمیر گرو رکھے جا رہے ہیں اور ان کی دینی وفاداریوں کے محور تبدیل کیے جا رہے ہیں۔ بلاشبہ کینیڈا کے مسیحی جریدے کا یہ ادعا بالکل بجا ہے کہ مسلمانوں کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے میں چرچ کو سب سے بڑھ کر کامیابی پاکستان میں نصیب ہو رہی ہے۔ اس جریدے نے ۱۹۵۷-۵۸ء میں مشرقی ممالک کے اندر عیسائیت کے ارتقاء پر مندرجۂ ذیل الفاظ میں تبصرہ کیا ہے:-

> "گزشتہ سال مشرق بعید کے ممالک میں (بشمول پاکستان) مشنری سرگرمیوں کی ترقی اپنے بام عروج تک پہنچ چکی ہے۔ تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق اس سال اکیس لاکھ اکیس ہزار سات سو سولہ افراد کو بپتسمہ دیا گیا۔ ان ممالک کی ایک ارب تیس کروڑ ایک لاکھ تریسٹھ ہزار مجموعی آبادی میں رومن کیتھولک عیسائیوں کی تعداد اب تین کروڑ چھبیس لاکھ چوبیس ہزار چھ سو ننانوے ہے۔"

پاکستان میں جو متعدد بین الاقوامی مشنری تنظیمیں کام کر رہی ہیں، اُن میں سے صرف ایک کی رُوداد یہ ہے۔ غیر ملکی مالی سرپرستی اور نگرانی میں جو دوسری تنظیمات اسی طرح یہاں سرگرمِ کار ہیں اُن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

مہاجرین کی خاطر جو بیرونی امداد ہم کو مطالبے پر یا بلا مطالبہ دی گئی تھی، یقیناً وہ اس بات کے لیے وجہِ جواز فراہم نہیں کرتی تھی کہ "اسلام کے نبی اور اُس کے خیالی مشن" پر حملے کیے جائیں! لیکن افسوس کہ یہ سب کچھ کیا گیا اور اب تک کیا جا رہا ہے۔ اس کی شہادت میں ہمارے پاس بیسیوں کتابیں اور رسالے موجود ہیں۔ ان میں سے بعض ۱۹۵۹ء اور ۱۹۶۰ء میں چھپے ہیں۔ ان میں اسلام کے خلاف نہایت گھٹیا قسم کی دریدہ دہنی اور دشنام طرازی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ مسلمانوں نے اب تک اپنے جذبات کو قابو میں رکھا ہے۔ وہ اب تک بھی کوئی ایسی عملی کارروائی کرنے پر آمادہ نہیں ہیں، جیسی اس طرح کے حالات میں وہ برطانوی عہد میں کر گزرتے تھے۔ لیکن حکومت کو بھی اس صورتِ حال کی طرف متوجہ نہ کرنا یقیناً قومی خودکشی کے مترادف ہے۔ موجودہ صورتِ حال میں صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور اخلاقی حس اور غیرت و حمیت کی آزمائش انتہائی حد کو پہنچ چکی ہے۔ یہ بات ہر شخص کی سمجھ میں بآسانی آسکتی ہے کہ چند سکّے، پُرانے کپڑے اور دودھ کے سفوف دے کر انسانی ضمیر و ایمان کے سودے نہیں چکائے جا سکتے۔ یہ ایک ناقابلِ عفو اور مجرمانہ بد مذاقی ہے۔ زیادہ برہنہ مگر حقیقت پسندانہ الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک طرح کی جسمانی نہیں بلکہ روحانی اور معنوی قحبہ گری ہے۔ قومی سیرت و کردار کو اس سے زیادہ مسخ، مجروح اور منہدم کرنے والی کوئی اور شے نہیں ہے کہ ہم وہ قرضے اور عطیے قبول کریں جو اس قسم کی شرائط سے مشروط ہوں یا جنہیں قبول کرنے سے یہ ذلت آپ ہی آپ ہم پر مسلط ہوتی ہو۔ اس کے بُرے نتائج میں سے ایک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں کو دینی لحاظ سے "غیر جانبدار" بنایا جا رہا ہے، جو نہ عیسائی بنتے ہیں نہ مسلمان رہتے ہیں، وہ کمیونزم کے لیے تر نوالہ ثابت ہوں۔

(باقی)